تنظیم اسلامی کا ترجمان

16

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

14 تا 20 رمضان المبارک 1442ھ/27 اپریل تا 3 مئی 2021ء

روزہ اور اکلِ حلال

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو''۔(البقرہ:188)

سورہ البقرہ کے 23 ویں رکوع (جس میں روزہ کی فرضیت اور اس سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں) کی آخری آیت کا بظاہر رمضان کے روزوں سے تعلق معلوم نہیں ہوتا۔لیکن حقیقت میں بہت گہرا تعلق ہے۔اس رکوع میں دو مقامات پر بڑے شد و مد سے روزوں کی غایت ''تقویٰ'' بیان فرمائی گئی ہے۔سوچنا پڑے گا کہ اس تقویٰ کا ''معیار'' کیا ہے؟اور اس کا عملی ظہور کس طور سے ہوگا!

کیا تقویٰ کا تعلق کسی خاص قسم کی وضع قطع یا شکل وصورت کا نام ہے؟

جس طرح روزہ دن کے اوقات میں محض بھوکا رہنے یا تعلقات زن وشو سے رک جانے کا نام نہیں۔اسی طرح تقویٰ محض چند ظواہر کا نام نہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

تو اگر فی الواقع روزہ رکھا ہو اور اس کے نتیجے میں تقویٰ پیدا ہو تو اس کا معیار اور اس کی کسوٹی ہے اکلِ حلال۔

اکلِ حلال کی اہمیت کے بارے میں حضور ﷺ سے مروی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے بغیر بڑی سے بڑی عبادت یا دعا قبول نہیں ہوتی۔23 ویں رکوع کی آخری آیت میں ہمارے سامنے حقیقی تقویٰ کا ایک معیار رکھ دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان تمام نواہی اور منکرات سے بچ سکیں جس سے ہمارا دین ہمیں بچانا چاہتا ہے اور صحیح تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ہمارے دلوں میں طلب صادق پیدا فرما دے۔آمین یارب العالمین!

عظمت صیام وقیام رمضان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

رمضان، قرآن اور پاکستان
رمضان، روزہ اور قرآن
جنسی جرائم کی وجہ بے حیائی اور فحاشی
اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (viii)
رمضان اور روزہ کی اہمیت
سعادت کا سفر

الھدیٰ (934)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

منافقین کا وطیرہ

سُوْرَةُ النُّوْر — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — آیات: 46 تا 49

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾ وَ
يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ
اُولٰۤـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ
مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنۡ يَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَـقُّ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ مُذۡعِنِيۡنَ ﴿۴۹﴾ ؕ

آیت: ۴۶ ﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾﴾ ’’ہم نے نازل کر دی ہیں روشن آیات۔ اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔‘‘

آیت: ۴۷ ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا﴾ ’’اور (کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو) کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی‘‘

﴿ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ﴾ ’’پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق پیٹھ پھیر جاتا ہے۔‘‘

یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اقرار بھی کرتے ہیں‘ اطاعت کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن اس کے بعد ان کا طرزِ عمل کچھ اور ہوتا ہے۔

﴿وَمَاۤ اُولٰۤـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ ’’اور یہ لوگ درحقیقت مؤمن نہیں ہیں۔‘‘

آیت: ۴۸ ﴿وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾﴾ ’’اور جب انہیں بلایا جاتا ہے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف کہ وہؐ ان کے مابین فیصلہ کریں‘ تو اُس وقت ان میں سے ایک گروہ کنّی کترا جاتا ہے۔‘‘

منافقین کے اس رویے کا ذکر سورۃ النساء میں بھی آیا ہے۔ یہ لوگ فیصلوں کے لیے اپنے تنازعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے یہودیوں کے پاس لے جانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے مبنی برانصاف ہونے کی وجہ سے عام طور پر ان کے خلاف ہی جاتے تھے۔

آیت: ۴۹ ﴿وَاِنۡ يَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَـقُّ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ مُذۡعِنِيۡنَ ﴿۴۹﴾﴾ ’’اور اگر حق ان کے لیے ہو تو وہ آتے ہیں رسولؐ کی طرف بڑے اطاعت کیش بن کر۔‘‘

اگر کسی معاملہ یا تنازعہ میں وہ حق بجانب ہوں اور انہیں یقین ہو کہ فیصلہ انہی کے حق میں ہوگا تو اس معاملے کو لے کر بڑے اطاعت شعار بنتے ہوئے پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آجاتے ہیں۔

فرمانِ نبوی

روزے میں معصیتوں سے پرہیز

عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنۡ لَمۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهٖ فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنۡ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘ (صحیح بخاری)

تشریح: معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات و منکرات سے بھی زبان اور دوسرے اعضاء کو باز رکھے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پرواہ نہیں۔ روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات نفسانی کو کچل دے اور اپنے نفس امارہ کو حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا تابعدار بنا دے اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
14 تا 20 رمضان 1442ھ جلد 30
27 اپریل تا 3 مئی 2021ء شمارہ 16
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان، قرآن اور پاکستان

رمضان، قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے، وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا، جس کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے، لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں ہی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر اُبھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تشکیلِ پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیامِ پاکستان کا اعلان خالصتاً ''کن فیکون'' کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔ لیکن رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے کیا سلوک کیا، یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ مہنگائی پر قابو پانے کے دعوے تو ہر روز کیے جاتے ہیں لیکن نتیجہ صفر اور اگر کسی شے کے مہنگے ہونے کا مقتدرِ اعلیٰ نوٹس لے لیتے ہیں تو وہ ویسے ہی ناپید ہو جاتی ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی اور نتیجہ کے طور پر ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی، یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کُل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' اتنا پر کشش نعرہ تھا اور نظریۂ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں: قرآن اور حدیث، لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرت رسول ﷺ اور خُلقِ رسول ﷺ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع، سرچشمہ اور ماخذ ہے، اور سنتِ رسول ﷺ قرآن کی تشریح و تفسیر اور دین کا ماخذ ہونے کے ساتھ قرآن کی عملی تعبیر بھی ہے۔ لہٰذا نظریۂ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا۔ آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو

پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جاسکتی۔ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے، اور ایک مسلمان ثواب کا مستحق بھی ٹھہرتا ہے، لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر آگے بڑھا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیئے ہیں اور غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ یعنی ایمان کے حوالہ سے خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ نتیجتاً ہم صراطِ مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں، ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ یعنی لوڈشیڈنگ سے اگر قوم ظاہری اور باہری طور پر اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے تو اِن باطنی بیماریوں سے مسلمانانِ پاکستان کا باطن سیاہ ہو چکا ہے۔ اُن کے ضمیر پر مُردنی چھائی ہے اور ارواح مضمحل ہو چکی ہیں، جو اجتماعی بے حسی کا سبب بنی ہیں۔ مقتدر طبقات کی لوٹ مار اور دولت اور وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو نزلہ وزکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو بنیادی انسانی ضروریات سے محرومی کے باعث بھوک اور بیماری کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

قصہ مختصر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں لیکن مایوسی کفر ہے۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی، قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جو نسخۂ کیمیا ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، جو ہمیں ماضی سے بھی آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے ہمارا تعلق نعت گوئی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لہٰذا عملی لحاظ سے ہمارا معاشرہ سنتِ رسول ﷺ سے لاتعلق ہو چکا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان ہی نے دین سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ اس حال کو پہنچا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الٰہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کے احکامات اور فرمودات کو ترک کیا ہے تو کون سی دنیا میں عزت کمائی ہے۔ آج پوری دنیا میں ایک اسلامی ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کر سکے اور وقت کی بڑی طاقتوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ آج مغرب مختلف حیلوں اور بہانوں سے اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف کارروائیاں کر رہا ہے صرف ایک اسلامی فلاحی ریاست ہی مغرب کو دنداں شکن جواب دے سکتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اوّلین دینی فریضہ ہے کہ مذکورہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تن من دھن لگا دے۔ یہی حالات کا تقاضا ہے، یہی کرنے کا اصل کام ہے، اور یہی جہاد ہے۔ پندرہ سو سال قبل مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست قلیل مدت میں یورپ، ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنا امام بنا کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی راہیں متعین کیں تھیں اور آج اگر اسلام کے نام پر بننے والی دوسری ریاست پاکستان ناکامیوں اور محرومیوں سے دوچار ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے حقیقی اور عملی تعلق منقطع کر لیا ہے۔ محض آئین میں یہ لکھا جانا کافی نہیں ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی بلکہ تعزیراتِ پاکستان کے ہر اُس قانون کو بھی حرفِ غلط کی طرح کھُرچ دینا چاہیے جو قرآن و سنت کی روح کے خلاف ہو۔ ہم اگر رمضان کی برکات سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔ اے کاش! رمضان المبارک کے ماہ میں دِن کا صیام اور رات کا قیام ہمیں ایسی روحانی توانائی بخش دے کہ ہم اُس نظامِ باطل کا سر کچل سکیں جس نے دنیا میں ہمیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیا اور ہماری اُخروی فلاح بھی مشکوک بنا دی ہے۔ اے کاش! رمضان میں جنم لینے والا پاکستان قرآن کی عملی تعبیر نظر آئے۔ آمین! یا رب العالمین!

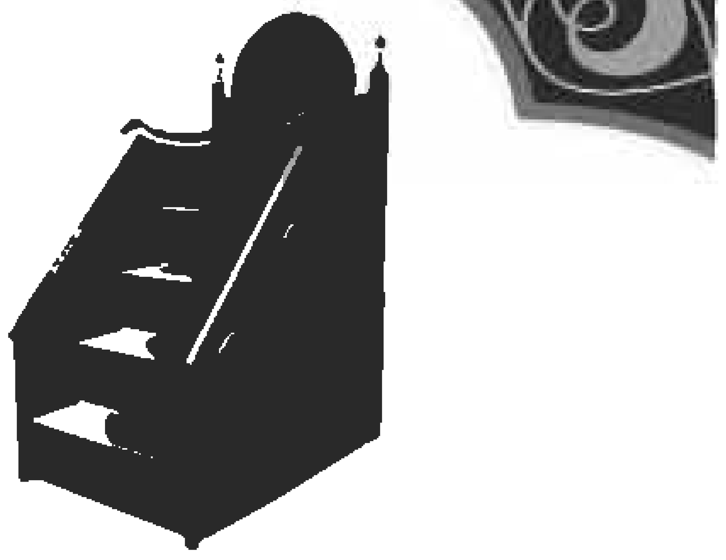

رمضان، روزہ اور قرآن

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے ایک خطاب کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج ہم رمضان، روزہ اور قرآن کے حوالے سے مطالعہ کریں گے۔ ان شاء اللہ ۔ یقیناً آج پوری دنیا کورونا وائرس کی آزمائش سے گزر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے، ہر بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اس طرح کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ:

﴿لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝﴾ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾

لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے گڑگڑائیں اور توبہ و استغفار کریں۔ یقیناً ایمان والوں کے دل نرم ہوتے ہیں۔ جب دل نرم ہوتے ہیں تو ہدایت و نیکی کی طرف بڑھتے چلے جانا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

کیوں نہ اس رمضان کو ہم اپنے لیے منفرد بنالیں۔ دل نرم ہیں اور ایک کیفیت بھی ایسی ہے کہ بندے چاہتے ہیں کہ اللہ کو پکاریں، اللہ کی طرف رجوع کریں۔

دنیا میں ہم بہت سے امور کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، بچوں کی تعلیم اور مستقبل کے بارے میں، ان کی شادی اور گھر بنانے کے بارے میں۔ اسی طرح سیزن کے اعتبار سے ہم کئی منصوبہ بندیاں کرتے ہیں۔ جیسے رمضان شریف کے آنے سے پہلے کھانے پینے کی اشیاء، کپڑوں، جوتوں کی مارکیٹنگ شروع ہو جاتی ہے۔ ہر آدمی سیزن سے پہلے تیاری کرتا ہے اور جب سیزن شروع ہوتا ہے تو بھرپور محنت کر رہا ہوتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ وہ اس سیزن سے فائدہ اٹھا سکے۔ رمضان المبارک بھی اہل ایمان کے لیے نیکیوں کا سیزن ہے، اللہ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم ابھی سے پلاننگ کریں کہ کس طرح ہم اس ماہ مبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اپنے کچھ ٹارگٹس سیٹ کرلیں۔ فرائض تو ادا کرنے ہی ہیں اس میں کوئی دو رائے نہیں۔ روزے بھی رکھنے ہیں، نماز تراویح کا بھی اہتمام کرنا ہے، نوافل کا بھی اہتمام ہوگا۔ اسی طرح جہاں قرآن کی تلاوت ہو وہاں قرآن کو سمجھنے کا بھی اہتمام ہو۔ اسی طرح راہ خدا میں خرچ کرنا، اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کرنا، روحانی سطح پر آگے بڑھنا، گناہوں سے بچنا، یہ بہت سارے پہلو ہیں جن کے اعتبار سے ہم اپنے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ ٹارگٹس سیٹ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دین کی دعوت کا کام ہے۔ ہم نبی مکرم ﷺ کے امتی ہیں۔ اس لاک ڈاؤن میں مشکلات ہیں لیکن انفرادی طور پر ہم لوگوں کے ساتھ خیر کا کام کرسکتے ہیں۔ بہر حال رمضان ہمارے لیے نیکیوں اور خیر کا سیزن لایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہی۔ اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں جنت کا حصول آسان کر دیا گیا اور جہنم سے بچنا آسان ہوگیا۔ اب جو انسان جتنی محنت کرے گا وہ اتنا ہی جنت کے قریب اور جہنم سے دور ہوسکتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ رات غروب آفتاب کے وقت شروع ہو جاتی ہے یعنی افطار کے وقت تو ہمیں چاہیے کہ تھوڑا پہلے تیاری کرلیں اور افطار کے وقت سے ہی باقی سرگرمیاں ترک کردیں اور اللہ سے رجوع کرکے بیٹھیں۔ افطاری کے وقت بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور پھر رات کے آخری حصے میں جب ہم سحری کا اہتمام کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت کھڑے ہو جائیں کچھ نوافل کا اہتمام بھی کرلیں۔ قرآن میں ایمان والوں کی صفت بیان ہوئی ہے کہ:

''اور سحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے۔''

(الذاریات:18)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ اپنی شان کے مطابق ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور پکارتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کردوں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اس کا سوال پورا کردوں۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔ ہمارے لیے خصوصاً رمضان میں ان چیزوں کا اہتمام بہت آسان ہے۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم مانگنے والے بنیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے یہ بھی ارشاد ہوا کہ: اللہ کی طرف سے پکارنے والا پکارتا ہے: اے نیکی کے شوقین آگے بڑھ اور نیکی کرلے، اے بدی کے شوقین رک جا اور باز آجا۔ یہ پکار دل کے کانوں سے سنی جاسکتی ہے۔ اللہ ہمیں سننے اور اس پر لبیک کہنے کی توفیق دے۔

حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ (اس طویل حدیث کے آخر میں آنحضور ﷺ نے فرمایا:) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ

آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں تخفیف وکمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ترغیب وتشویق ہے کہ مسلمان اپنی نجات کے لیے کوشش کرے، اللہ سے اپنا تعلق بڑھائے، گناہوں سے بچے اور نیکی کی طرف بڑھے۔ جیسا کہ روزے کی فرضیت کی آیت میں بھی فرمایا گیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:183)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔''

تقویٰ کا ایک ترجمہ ہے اللہ کا خوف دل میں رکھنا اور دوسرا ترجمہ ہے گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا۔ یعنی اپنے گناہوں، لغزشوں، نافرمانیوں پر اللہ کی پکڑ اور عذاب کا خوف دل میں ہو اور انسان عاجزی وانکساری سے اللہ کے حضور توبہ تائب ہو کر آئندہ گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے۔ روزہ اس کوشش میں انسان کو ایک بہترین تربیت اور ماحول فراہم کرتا ہے۔ روزے میں بندہ اللہ کی رضا کے لیے دن بھر بھوکا رہتا ہے، پیاسا رہتا ہے، حتیٰ کہ حلال چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ زوجین کے تعلق کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ جب حلال کو چھوڑ دیا تو اب اس کے لیے حرام کو چھوڑ دینا بالکل آسان ہو گا۔ یہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور یہی روزے کا مقصد ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے روزے کے دوران بھی جھوٹ بولنا اور معصیت کے کام کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں سوائے شب بیداری کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

روزہ انسان کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ اللہ کا صحیح بندہ بن جائے۔ کیونکہ اللہ نے انسان کو پیدا ہی اسی لیے کیا ہے۔ فرمایا:

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔'' (الذاریات:56)

اسی بات کا اقرار ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کرتے ہیں:

﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾

یہ عبادت (بندگی) ساری زندگی کی مطلوب ہے۔ کچھ عبادات مخصوص ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، صدقہ وخیرات، طواف ہے وغیرہ۔ اس کے علاوہ زندگی کے باقی تمام امور جن میں حقوق العباد ہیں، معاملات، اخلاقیات، بندوں کے ساتھ رویے ہیں، ان سب میں جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے اسوہ کی پیروی کریں گے تو گویا پوری زندگی عبادت بن جائے گی۔

اب اس پوری زندگی کی عبادت میں بعض چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں اور ان میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہمارا نفس ہے۔ فرمایا:

''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟'' (الفرقان:43)

یعنی نفس کچھ اور تقاضا کرتا ہے حالانکہ اللہ کا حکم کچھ اور ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم کو چھوڑ کر بندہ نفس کی مان رہا ہے تو گویا وہ شرک کر رہا ہے۔ آج ہمارے ہاں نعرے لگ رہے ہیں: ''میرا جسم میری مرضی''۔ یہ نفس کی پیروی اور اللہ کی بندگی سے بغاوت ہے۔ جبکہ انسان کی دائمی کامیابی اللہ کی بندگی میں ہے اور روزہ کا حاصل یہی ہے کہ انسان اپنے نفس پر کنٹرول کرے۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ: ایک قدم نفس پر دوسرا قدم جنت میں۔ یہ قرآن حکیم کے ایک مقام کی ترجمانی ہے۔ فرمایا:

''اور جو کوئی ڈرتا رہا اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے (کے خیال) سے اور اُس نے روکے رکھا اپنے نفس کو خواہشات سے۔ تو یقیناً اُس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔'' (النازعات:40،41)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اس نفس کو لگام دینا، یعنی ضبط نفس روزے کا بہت بڑا حاصل ہے۔ انسان استطاعت کے باوجود روزے میں بعض چیزوں سے بچتا ہے، اس لیے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح اگر اس میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اللہ پوری زندگی دیکھتا ہے تو اس کے لیے گناہوں سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا آسان ہو جائے گا اور یہی چیز اس کی اُخروی نجات کے لیے ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔'' (آل عمران:102)

اگر انسان کو اپنا نیک انجام مطلوب ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے دنیا سے جائے اور روزہ اس کی ایک مشق ہے۔

رات کا قیام

روزہ کا ایک اور حاصل یہ ہے بھوکا پیاسا رہ کر انسان کا نفس کمزور ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی روح بیدار ہونا شروع ہوتی ہے اور اللہ کے ساتھ بندے کا قرب پیدا ہوتا ہے۔ اس حالت میں دو چیزیں اللہ سے تعلق کو مزید مضبوط بناتی ہیں اور وہ ہیں قرآن اور رات کا قیام۔ اس لیے اسلام میں تراویح کا تصور ہے جس میں قرآن سنا جاتا ہے۔ قرآن میں سورۃ المزمل میں نبی اکرم ﷺ کو ایک تہائی رات یا دو تہائی رات قیام کا حکم ہوا۔ جو تہجد کی صورت میں سیرت پاک ﷺ کا حصہ رہا۔ البتہ صحابہ کرام ؓ کے دور سے ہمیں رمضان میں رات کا قیام تراویح کی شکل میں میسر آتا ہے۔ رات کے قیام کی بھی بڑی حکمتیں اور برکتیں ہیں۔ ایک روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے اس قیام کو سنت قرار دیا۔ جو اجر روزے کا بیان ہوا ہے وہی اجر احادیث مبارکہ میں رات کے قیام کا بیان ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص رمضان کی راتوں میں اپنے ایمان کو قائم رکھتے ہوئے اور احتساب کے ساتھ کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' (بخاری)

ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کے حق میں اللہ سے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور شہوت سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لے۔ اور قرآن یہ کہے گا کہ پروردگار میں نے اس کو رمضان کی راتوں میں سونے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمائے گا'' (رواہ البیہقی)

رات کے قیام کا ایک حاصل یہ ہے کہ جب دن کے روزے کی وجہ سے جسم کمزور اور ڈھیلا پڑتا ہے، نفس کمزور ہوتا ہے تو انسان کی روح بیدار ہوتی ہے۔ ظاہر روح کی بھی غذا ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ تراویح میں قرآن سننے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہماری روح کو طاقت ملے، ہمارا تعلق اللہ سے بڑھے اور اللہ کی بندگی کے لیے ہم تیار ہو جائیں، ہماری ایسی تربیت ہو کہ ہم متقی بن جائیں اور گناہوں کو چھوڑنے والے بن جائیں۔ سورۃ المزمل میں آپ ﷺ سے فرمایا کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اسی اصول پر تراویح میں بھی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پڑھنا اور اس کی ہدایات کو اپنے دل ودماغ میں اُتارنا مقصود ہے۔ ہمارے ہاں قرآن جس رفتار سے پڑھا جاتا ہے اور سنا بھی جاتا ہے، تکمیل قرآن بھی ہو جاتی ہے لیکن کیا اصل مقصد

حاصل ہوا کہ کچھ سمجھ آئی کہ ہمارے لیے قرآن میں ہدایات کیا تھیں؟ یہ بہت بڑی کمی ہے ہمارے معاشرے میں جس کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ بے شک قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنے سے بھی ثواب ملتا ہے لیکن اصل مقصد تو اس کو سمجھنا ہے اور پھر اس کی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھالنا مطلوب ہے۔ کیونکہ قرآن محض کتاب ثواب ہی نہیں بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ ھدیً للناس ہے۔

استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل اور انعام یہ ہوا کہ انہوں نے دورہ ترجمہ قرآن شروع کیا جس سے قیام اللیل مع القرآن کا مقصد صحیح معنوں میں پورا ہوتا ہے۔ اب پاکستان بھر میں اور دنیا کے کچھ ممالک میں سینکڑوں مقامات پر نماز تراویح دورہ ترجمہ قرآن کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اب کورونا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے اس ترتیب کے ساتھ اہتمام نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی دوسرے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے یہ کام ہو رہا ہے۔

رمضان اور قرآن

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا'' (البقرۃ:185)

سارے مہینے اللہ کے ہیں لیکن قرآن کے نزول کی وجہ سے رمضان کا مہینہ افضل ہے۔ اس میں شب قدر کی رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: ''یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔'' (القدر:1)

اسی طرح روزہ کس لیے رکھوایا جا رہا ہے۔ ارشاد ہوا: ''اور تاکہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس پر جو ہدایت اُس نے تمہیں بخشی ہے' اور تاکہ تم شکر کر سکو۔'' (البقرہ:185)

رات کے قیام میں قرآن کو پڑھنا، سننا اور سمجھنا مقصود ہے۔ اگر ہم غور کریں تو پورا مہینہ قرآن کی وجہ سے فوکسڈ ہے۔ مہینہ افضل، رات افضل قرآن کی وجہ سے۔ روزے دیے گئے قرآن کا شکرانہ ادا کرنے کے لیے۔ رات کا قیام دیا گیا قرآن کے ساتھ تعلق کی مضبوطی کے لیے۔ لیکن ہمیں سمجھ تو آئے کہ قرآن میں کیا لکھا ہے؟

لاک ڈاؤن کی وجہ سے تمام تعلیمی ادارے بند ہیں۔ بچوں کے پاس وقت ہی وقت ہے کیوں نا ہم پلان کر لیں کہ یہ رمضان ہم قرآن کریم کے ساتھ گزاریں گے تاکہ ہمیں معلوم تو ہو کہ ہمارا رب ہم سے کیا چاہتا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ سے کلام کروں تو میں نماز میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام فرمائے تو میں قرآن کھول لیتا ہوں کہ دیکھوں اللہ تعالیٰ مجھ سے کیا فرما رہا ہے، کس بات کا مجھ سے تقاضا کر رہا ہے۔

آپ ترجمہ کے ساتھ قرآن کو پڑھنا شروع کریں تو قرآن کی بہاریں آنا شروع ہو جائیں گی۔ رمضان کا مہینہ بھی قرآن کے لیے ہے۔ اس میں ثواب بھی کئی گنا ہے لہٰذا رمضان میں اوقات کا زیادہ مصرف قرآن فہمی ہونا چاہیے۔ انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں کہ ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سب کچھ پڑھایا جاتا ہے لیکن شاید قرآن ایک بار بھی ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ حالانکہ صرف ترجمہ کافی نہیں بلکہ تشریح اور وضاحت کی ضرورت بھی ہے۔ کیوں نہ موجودہ حالات اور مواقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم اس رمضان میں قرآن کو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ پڑھنا شروع کریں اور دیکھیں تو سہی ہم کو پیدا کرنے والا رب ہم سے کیا چاہتا ہے، دین کے کیا تقاضے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کے کیا تقاضے ہیں؟۔

روزے کا ایک اور حاصل ہمدردی اور غمگساری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مہینے کو **شھر المواساۃ** قرار دیا کہ یہ مواسات، ہمدردی، غمگساری کا مہینہ ہے۔ ویسے بھی اس وقت ملکی اور عالمی حالات ایسے ہیں کہ بیروزگاری، غربت، مہنگائی کی وجہ سے غریب آدمی کا جینا مشکل ہو چکا ہے۔ روزے کی حالت میں انسان اس کیفیت کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس احساس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرے۔ زکوٰۃ تو فرض ہے، وہ تو دینی ہی دینی ہے اس کے علاوہ صدقہ وخیرات کی صورت میں انسان اللہ کی راہ میں خرچ کر سکتا ہے اور رمضان میں اس کا ثواب بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب رمضان آتا تھا تو حضور ﷺ کی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی جو کیفیت تھی اس میں تیز رفتار آندھیوں کی سی رفتار آ جاتی تھی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ موقع ہے، اس وقت حالات بھی ایسے ہیں کہ ہمیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ماہ رمضان کا ایک حاصل یہ بھی ہے کہ یہ متحرک کر دینے والا مہینہ ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ تصور ہے کہ یہ کھانے پینے کا مہینہ ہے۔ لاک ڈاؤن کے سال چھوڑ دیں تو بقیہ سالوں میں افطار ڈنر، مڈنائٹ ڈنر، افطار ڈیلز، مڈنائٹ ڈیلز اور پھر سحری ڈیل اور پتا نہیں کیا کچھ چلتا ہے۔ اس طرح لگتا ہے جیسے یہ کھانے پینے کا سیزن آ گیا۔ حالانکہ یہ نہ آرام کا مہینہ ہے اور نہ کھانے پینے کا بلکہ یہ متحرک ہو جانے کا مہینہ ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں تو رمضان ہمیں متحرک ہونے والا مہینہ دکھائی دیتا ہے۔ حق وباطل کا پہلا معرکہ یعنی غزوۂ بدر رمضان میں ہوا۔ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق رمضان کے فوری بعد ہوئے یعنی تیاری رمضان میں ہوئی۔ پھر فتح مکہ کا عظیم معرکہ بھی رمضان میں انجام پایا۔ یعنی سیرت النبی ﷺ سے ہمیں رمضان میں اللہ کے دین کی دعوت کے لیے، اللہ کے دین کے غلبے اور نفاذ کے لیے متحرک ہو جانے کا درس ملتا ہے۔

پاکستان بھی اللہ نے ہمیں اسی ماہ مبارک کی شب قدر کی رات عطا فرمایا تھا۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں اللہ کے دین کا نفاذ کریں گے۔ اگر اس مہینے میں قرآن ملا اور پاکستان ملا تو کیا ایمان والوں کو اس میں متحرک نہیں ہو جانا چاہیے۔ حق تو یہ ہے کہ رمضان میں اہل ایمان کو جس طرح عبادات اور مخلوق کی نفع رسانی کے معاملات میں آگے بڑھنا ہے، اپنے روزوں کی حفاظت بھی کرنی ہے، راتیں قرآن کے ساتھ بسر کرنی ہیں اور قرآن کو سمجھنے کا اہتمام کرنا ہے اور قرآن کے ساتھ جڑنا بھی ہے، اسی طرح اپنے جذبہ ایمانی کو بڑھا کر اُمت کے لیے، اُمت کے کام کے لیے کھڑا بھی ہونا ہے۔ دعوت دین کا کام بھی کرنا ہے اور نفاذ دین کی جدوجہد بھی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق

ضرورت رشتہ

☆ پاکپتن میں رہائش پذیر کھوکھر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم میٹرک، خلع یافتہ، خوب سیرت وخوب صورت کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-5553399

دعائے صحت کی اپیل

☆ اسرہ لیہ کے ملتزم رفیق جاوید اقبال کرونا کے بخار میں مبتلا ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0302-8761949

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ
اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً
لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

”جنسی جرائم کی بنیادی وجہ فحاشی و بے حیائی ہے“ عمران خان کا یہ بیان دراصل مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے اور اسلام سے رغبت پیدا ہونے کی وجہ سے ہے: ایوب بیگ مرزا

جنسی جرائم کو روکنے کا واحد حل یہ ہے کہ ایک طرف فحاشی اور بے حیائی کے ذریعے جو جنسی اشتعال انگیزی پیدا کی جارہی ہے اس کو روکا جائے اور دوسری طرف نکاح کو آسان بنایا جائے: ڈاکٹر محمد حسیب اسلم

جنسی جرائم کی وجہ بے حیائی اور فحاشی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: کیا وزیر اعظم کا یہ بیان سیاسی پوائنٹ سکورنگ تھا کہ ”جنسی جرائم کی بنیادی وجہ فحاشی اور بے پردگی ہے“؟

ایوب بیگ مرزا: عمران خان نے اپنی زندگی پر جو کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ شروع میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔ وہ مغربی تہذیب سے متاثر تھے، لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ جب میں نے مغرب کو قریب سے دیکھا اور ساتھ اسلام کا مطالعہ بھی کیا تو میں اسلام کی طرف پلٹ آیا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب انہوں نے ایک پردہ دار خاتون سے شادی کی ہے۔ اس پر مغرب زدہ لوگوں نے جملے کسے کہ دیکھو ملک کا وزیر اعظم ہو کر اپنی اہلیہ کو پردہ کراتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمران خان کا ذہن کس حد تک تبدیل ہو چکا ہے اور وہ مغربی تہذیب کی بجائے اسلام کو ترجیح دے رہے ہیں۔

آج یہی عمران خان کوئی ایسی بات کرے جو اسلام کے بنیادی شعائر کے خلاف ہوگی تو ہم کھل کر اس کی مخالفت کریں گے اور عمران خان کے سیاسی حریف اگر ایسی بات کریں گے جو اسلام کے قریب تر ہوگی تو ہم ان کی حمایت کریں گے۔ ہمارا مقصد اور مشن یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کی خاطر بنا تھا لہٰذا یہاں کا معاشرہ اسلامی معاشرہ نظر آنا چاہیے۔ پہلے معاشرہ اسلامی ہو پھر اس حوالے سے قانون سازی ہو۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی جو جانتے ہیں کہ حیا اور ایمان کا کیا تعلق ہے وہ بھی وزیر اعظم کے بیان پر تنقید کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا: ”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔“ یعنی ان تمام ذرائع سے دور رہو جن سے شہوانی جذبات میں اضافہ ہو۔ جب انسان اس طرح کے نظارے دیکھتا ہے تو وہ حیوان بن جاتا ہے اور وہ اس حیوانیت پر اتر آتا ہے جس کے نتیجے میں جنسی جرائم ہوتے ہیں۔ دوسری وجوہات بھی ہوں گی لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جنسی جرائم کی بنیادی اور اہم ترین وجہ فحاشی اور بے حیائی ہے۔ مرد کی فطرت ہے کہ جب وہ خواتین کو فلموں، ڈراموں اور بازاروں میں بے پردگی کی حالت میں دیکھتا ہے تو اس میں رغبت اور اشتہا پیدا ہوتی ہے، اس کی جنسی خواہش بڑھتی ہے۔ اگر کوئی اچھا مسلمان ہے تو وہ اس کو کنٹرول کرے گا اور غض بصر کے احکام پر عمل پیرا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیکس انسان کی فزیالوجی کا لازمی جزو ہے اور خود بخود اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو انسان سیکس کے جذبے کو کنٹرول نہیں کرتا وہ کسی غلط روش پر چل پڑتا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: کیا خان صاحب کے اس بیان کی وجہ اسلام سے رغبت ہے یا کچھ اور؟

ایوب بیگ مرزا: وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب میں اسلام کی طرف پلٹا تو اسلام کے احکامات (شرم وحیا، پردہ وغیرہ) میرے ذہن میں سما گئے۔ یہ احکامات بہت درست ہیں اور یہ انسان کو صراط مستقیم پر چلنے میں مدد دیتے ہیں تب ان کے اندر سے یہ بات نکلی۔

سوال: آج شادیوں کو مشکل بنا دیا گیا حالانکہ اسلام مرد وعورت کو نکاح کی صورت میں جائز راستہ فراہم کرتا ہے۔ کیا خان صاحب کی یہ بات آدھی شمار نہیں ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: نکاح کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے میں ہمارا معتدل مزاج طبقہ بھی پیش پیش ہے۔ یعنی ایسا طبقہ جو غلط کام نہیں کرتا اور اچھی سوچ کا مالک ہے لیکن وہ بھی نکاح کو آسان بنانے کے بارے میں نہیں سوچتا بلکہ اس کے نزدیک بھی تصور یہی ہے کہ بے تحاشا خرچ ہو تو شادی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غریب آدمی کے لیے شادی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک نوجوان دیکھ رہا ہے کہ میرا مالک اپنے بچے کی شادی کروڑوں روپے سے کر رہا ہے اب اس کی تنخواہ چند ہزار روپے ہے وہ یہی سوچے گا کہ میں شادی تو کر ہی نہیں سکتا چنانچہ امکان ہے کہ جنسی اشتعال انگیزی اُسے غلط راستے پر ڈال دے۔

سوال: معاشرے میں زنا کے محرکات کیا ہیں؟

محمد حسیب اسلم: قرآن مجید کا ایک بنیادی طالب علم بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجنے سے قبل جنت میں ٹھہرایا تو ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا۔ یہ آپ علیہ السلام کی ایک ٹریننگ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات و احکام دے کر انسان کو دنیا میں بھیجا تو ان میں ایک اہم حکم زنا سے بچنے کا ایک بڑے خاص انداز سے دیا۔ یعنی یہ کہنے کی بجائے کہ زنا مت کرو یہ کہا گیا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ یعنی زنا کے قریب لے جانے والے عوامل وفواحش سے بھی بچو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ﴾ (الانعام: 151) ”اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ۔“ اس کی حکمت بڑی خاص ہے کہ زنا کے قریب جانے والے عوامل بہت زیادہ ہو سکتے ہیں جس میں برا دیکھنا، برا سننا، برا چھونا، بری محفل، بری خلوت سب چیزیں اس میں آسکتی ہیں۔ اگر آپ ان عوامل یا محرکات پر روک نہیں لگاتے اور ان کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں تو پھر آپ اس نتیجے کے لیے تیار رہیں جس میں انسان نے جانا ہی جانا ہے۔ یہاں

تک کہ ایک شخص انفرادی طور پر اور ایک قوم اجتماعی طور پر زنا کے محرکات میں پوری طرح پڑ جائے تو اس کے بعد زنا سے بچنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کب وہ اس طرف چلا گیا۔ مزید یہ کہ اس کو بزور بازو روکنا خطرناک بھی ہوتا ہے۔ یعنی زنا کے محرکات کو کھلا چھوڑا جائے اور پھر یہ توقع کی جائے کہ انسان زنا نہیں کرے گا تو یہ ممکن نہیں بلکہ اس کے بڑے خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ اُس طرح سیکس فری نہیں ہے جتنا کہ مغرب کا معاشرہ ہے۔ وہاں تو لوگ ٹین ایج میں ہی بہت کچھ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔ البتہ ہمارے معاشرے میں جنسی بے راہروی موجود ہے۔ کیونکہ شادی کے راستے میں رکاوٹیں موجود ہیں۔ اس کے نتیجے میں پھر یہاں perversion پیدا ہوتی ہے۔ perversion کی تعریف میڈیکل سائنس یہ کرتی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان کشش کا جو نارمل رویہ ہے یہ جب abnormal ہوتا ہے تو perversion پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں اس کی بنیادی وجہ نکاح میں رکاوٹیں ہیں۔

مغربی تہذیب کے دلدادہ دانشور کہتے ہیں کہ جیسے مغرب میں زنا کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے اسی طرح ہمارے معاشرے کو بھی کھلا چھوڑ دیا جائے تو فرسٹریشن ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ اگر یہاں مغرب کا ماحول لایا گیا تو مغرب کی ساری کی ساری خباثتیں یہاں آئیں گی۔ ہمیں اس معاملے میں اعتدال کا رویہ اپنانا چاہیے۔ مغرب میں زنا اتنا عام ہوگیا کہ اس حوالے سے وہاں tolerance پیدا ہوگئی اور نتیجتاً پھر perversion کی طرف بات جاتی ہے اور یہاں جنسی اشتعال بہت زیادہ ہے، اوپر سے شادی میں بھی رکاوٹیں ہیں۔ لیکن دوسری طرف مغرب کی طرح یہاں زنا کی چھوٹ نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں یہاں پھر perversion پیدا ہوتی ہے۔ یعنی دونوں صورتوں میں نتیجہ perversion کی صورت میں نکلتا ہے چاہے آپ زنا کی چھوٹ دے دیں یا پھر شادی کو مشکل بنا دیں۔ یعنی اعتدال سے ہٹیں گے تو جرائم بڑھیں گے۔ اب اس کا فطری حل یہ ہے کہ ایک طرف نکاح کو آسان بنایا جائے اور دوسری طرف فحاشی اور بے حیائی کے ذریعے جو جنسی اشتعال انگیزی پیدا کی جارہی ہے اس کو روکا جائے۔ جب جائز راستہ آسان ہوگا تو انسان کی فطرت انتشار کی طرف نہیں جائے گی۔

سوال: بڑھتی ہوئی فحاشی اور بے حیائی کا کم سن بچوں سے جنسی زیادتی میں کتنا کردار ہے؟

ایوب بیگ مرزا: فحاشی یا عریانی چاہے وہ دیکھنے یا سننے میں یا پڑھنے میں آئے جب آپ نے ایسے راستے کھول دیے ہیں جن سے انسان کی نفسانی خواہشات میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر جب انسان حیوان بن جاتا ہے، اس پر حیوانیت طاری ہوجاتی ہے تو ضروری ہے کہ وہ عریاں اور نیم برہنہ عورت کی طرف بڑھے۔ بلکہ وہ تو دیکھے گا کہ میرا بس کس پر چلتا ہے۔ وہ خاتون جس کو دیکھ کر اس کی اشتہا پیدا ہوئی اور اس میں حیوانیت پیدا ہوئی اور وہ کنٹرول نہ کر سکا وہ تو اس کے بس سے باہر ہے، وہ اس کی طرف نہیں جائے گا بلکہ وہ راہ چلتی دو ڈھائی سال کی بچی اٹھالے گا کیونکہ اس نے اپنی اس خواہش کو پورا کرنا ہے جو اس نیم عریاں عورت نے اس میں پیدا کی اور پھر جہاں اس کا بس چلے گا وہ کرے گا۔ اس کے غلط راستے پر پڑنے کے امکانات بہت زیادہ ہوں گے۔

نکاح کو مشکل بنا دیں یا زنا کی چھوٹ دے دیں دونوں صورتوں میں جنسی جرائم میں اضافہ ہوگا : محمد حسیب اسلم

سوال: اس وقت ہمارے ٹی وی چینلز پر جو ڈرامے دکھائے جا رہے ہیں ان میں دیور کے بھابی سے تعلقات، بہنوئی کے سالی سے تعلقات وغیرہ دکھائے جا رہے ہیں۔ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ہمارے پاکستانی ڈراموں میں یہ معاملہ ہو رہا ہے تو اس کا اثر لوگوں کے دماغ پر پڑتا ہے۔ یہ اصل میں ایک لمبی پلاننگ ہے کہ لوگوں کا مائنڈ سیٹ تبدیل کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق: جب تم حیا نہ کرو تو جی چاہے کرو۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کو ایک مرتبہ بے حیا کر دیں پھر اس سے ہم اپنی مرضی سے جو چاہیں گے کروائیں گے۔ حیا کے خلاف سب سے بڑا آتش فشاں ٹی وی چینلز نے کھولا ہے کہ وہاں اشتہار کی روح رواں عورت ہوتی ہے اور ان میں اتنی بے حیائی ہوتی ہے کہ جس کے نتیجے میں معاشرہ گندہ ہو رہا ہے، انسانیت ختم ہو رہی ہے اور حیوانیت بڑھ رہی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت معاشرہ اتنا مادہ پرست ہو چکا ہے کہ غیرت کا بھی جنازہ نکل گیا ہے۔ سوچ یہ بن گئی ہے کہ چاہے عریاں اور نیم برہنہ عورت کو ہی دکھانا پڑے لیکن ہر صورت میں ذرائع آمدن بڑھنی چاہیے۔

سوال: لبرل کہتے ہیں کہ اصل پردہ آنکھ کا پردہ ہے اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

محمد حسیب اسلم: اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی وی کے اشتہارات، ڈرامے، فلمیں وغیرہ سب فحاشی کے ذرائع ہیں لیکن ایک اور بڑی خطرناک چیز جس کو ہم نظرانداز کر رہے ہیں وہ پورنوگرافی، گندے گانے اور گندے ڈانس وغیرہ ہیں۔ اس طرح کی چیزیں انسان کے ذہن میں اصل ہیجان پیدا کرتی ہیں اور پھر انسان حیوانیت پر اُتر آتا ہے۔ جہاں تک آنکھ کے پردے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آنکھ کا بھی پردہ ہے اور دل میں ایمان بھی ہوتا ہے لیکن اصل میں بے حیائی اور فحاشی سے ہمیں ایک چیز بچائے گی اور وہ ہے تقویٰ۔ یہ احساس کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ پختہ ایمان وہ پونجی ہے جو انسان کو نظر نیچی کرنے پر مجبور کرتی ہے، غلط خیال کے جھٹکنے اور پردہ کے معاملات پر اسے آمادہ کرتی ہے۔ جب یہ ایمان نہیں ہوتا تو پھر انسان اس گندگی میں پڑتا ہے اور آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے چچازاد نوجوان بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جارہے تھے تو راستے میں ایک لڑکی آئی جس نے پردہ نہیں کیا تھا۔ صحابی کی نظر اس پر ٹک گئی تو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان صحابی کا چہرہ پھیر دیا۔ آج بھی اگر کوئی اس نیت سے نگاہ نیچی کرتا ہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے تو حدیث کے مطابق اسے ایمان کی وہ حلاوت نصیب ہوگی جو صرف وہی محسوس کر سکے گا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عورت کو جتنا چھپایا جاتا ہے یا مرد و عورت کو جتنا دور کیا جاتا ہے اس سے فرسٹریشن بڑھتی ہے۔ لہٰذا جس طرح مغرب کا کھلا ماحول ہے اس طرح یہاں کھلا ماحول ہونا چاہیے۔ میرے ایک دوست نے بڑی پیاری بات کہی کہ اسلام چاہتا ہے کہ ایک مرد کے اندر عورت کی خواہش باقی رہے تبھی اس کو نکاح کا اور شادی کا ایک جائز راستہ دیا ہے تاکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ پوری طرح فوکسڈ ہو کر محبت کر سکے اور ان کے درمیان محبت پیدا ہو کیونکہ اسی سے معاشرہ مضبوط ہونا ہے۔ ورنہ جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے اس نے تو معاشرے کی بنیاد ہی کھوکھلی کر دی ہے۔

سوال: ایک طرف حکومت رقاصاؤں کو ایوارڈ دے رہی ہے تو دوسری طرف فحاشی کے خلاف وزیر اعظم بیان دے رہے ہیں کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بالکل غلط ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں کوئی حکمران اسلام کے احکام پر عمل درآمد کروا سکتا ہے تو وہ شخص ہوگا جو

بذریعہ انقلاب حکمران بنا ہو، جو نظام کو بدل کے آئے گا۔ عمران خان صاحب نظام میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ہر وقت کرپشن کا رونا روتے ہیں لیکن کرپشن کا کیا کرلیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کرپشن ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ انہوں نے صرف نشاندہی کی ہے حالانکہ یہ نشاندہی کرنا حکومت کا کام نہیں ہے، نشاندہی تو عوام کرتے ہیں۔ میڈیا میں فحاشی کو ختم کرنے کے حوالے سے وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں مثلاً وہ پیمرا سے کام لے سکتے ہیں، ان کے پاس اختیار ہے، اس اختیار کو وہ کام میں کیوں نہیں لاتے۔ یہ بالکل منافقت والا انداز ہے۔ تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ اسلام کی طرف پیش رفت بذریعہ انقلاب ممکن ہے باقی سب لیپا پوتی ہوگی۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب لیپا پوتی ہے۔ اگر آپ واقعتاً چاہتے ہیں کہ اسلام کے تمام احکامات پر عمل درآمد ہو تو یہ کسی جمہوری سیٹ اپ کے ذریعے نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو وہ اپنا دل بہلا رہا ہے۔ بصورت دیگر کرنے کے کام یہ ہیں کہ پیمرا کو کام میں لایا جائے اور اس کے ذریعے فحاشی و عریانی کے سیلاب کو روکا جائے۔ ان چینلز پر پابندی لگائی جائے جو فحاشی و عریانی کو پروموٹ کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ ایسی چیزوں سے میرا چینل بند ہوجائے گا تو وہ لازماً پرہیز کرے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ اس حوالے سے کوئی عملی قدم اٹھائے۔

سوال: کیا سٹیج ڈراموں میں ذومعنی گفتگو، رقص اور فحش مواد پر حکومت کو فوری پابندی نہیں لگانی چاہیے؟

محمد حسیب اسلم: عمران خان کے بیان کے پس منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی نہ جانے کا حکم دیا۔ اس وقت ہمارا معاشرہ واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ ایک طبقہ تسلیم کرتا ہے کہ زنا، فحاشی اور عریانی گناہ ہے لیکن وہ سود اور دیگر مالی کرپشن میں پیش پیش ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو مالی کرپشن کو بہت بڑی برائی سمجھتا ہے اس کے خلاف تحریک بھی چلاتا ہے لیکن فحاشی و عریانی کو ذاتی معاملہ سمجھ کر اس کو اہمیت نہیں دیتا۔ حالانکہ قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾ (بنی اسرائیل: 32) ''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ''

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ﴾ (الانعام: 152)
''اور یتیم کے مال کے قریب مت پھٹکو۔''

یعنی زنا کے قریب بھی مت جاؤ اور اسی طرح مالِ یتیم کے قریب بھی مت جاؤ۔ مالِ یتیم کی تعریف حضرت عمر ؓ نے یہ بیان کی کہ بیت المال بھی مالِ یتیم ہے۔ معلوم ہوا کہ قومی و ملکی خزانے میں خرد برد کرنا مالِ یتیم کھانے کے مترادف ہے۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ ہوا ہے کہ ایک ایسا حکمران جو کرپشن کے خلاف اپنی ایک شناخت رکھتا ہے اس نے فحاشی و عریانی پر بھی بات کی ہے۔ ہم اس کا پوری طرح خیر مقدم کرتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (المائدہ: 8) ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم عدل سے منحرف ہوجاؤ''

ہم اس وقت عمران خان سے گزارش کریں گے کہ وہ ولاخوفة لامۃ لائم پر عمل کریں۔ لوگ ان کو ملامت کر رہے ہیں تو وہ فکر نہ کریں اور اپنے بیان پر یوٹرن نہ لیں بلکہ پوری طرح اس پر ڈٹے رہیں۔ لیکن اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ باتیں صرف کہہ دینا کافی ہے۔ عمران خان کرپشن کے خلاف اپنی ہر تقریر میں بات کرتے ہیں اور اس کو روکنے کے لیے اقدامات بھی کرتے ہیں لیکن اس اخلاقی کرپشن (زنا اور فحاشی) کو روکنے کے لیے صرف ایک بیان دینا کیونکر کفایت کرے گا؟ ان کے پاس اختیار ہے۔ وہ ان چیزوں کو روکنے کے لیے قانون سازی کرواسکتے ہیں۔

اصل میں منکرات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک طرح کے منکرات وہ ہوتے ہیں جنہیں قرآن وسنت تو منکر قرار دیتے ہیں لیکن معاشرہ ابھی ذہنی طور پر اس کو منکر سمجھنے کے لیے قائل نہیں ہوتا۔ دوسرا منکر وہ ہے جسے قرآن وسنت بھی منکر کہتے ہیں اور عام معاشرہ بھی اسے منکر سمجھتا ہے جیسے چوری، ڈاکہ، پورنوگرافی وغیرہ۔ ہمارے معاشرے کا کون سا ایسا فرد ہوگا جو یہ کہے گا کہ یہ غلط نہیں ہے۔ لہٰذا جس پر معاشرہ بھی متفق ہے کم ازکم اس منکر کو تو روکنے کے لیے حکومت کو اقدامات کرنے چاہئیں۔ ان کو روکنے کے لیے کون سی چیز رکاوٹ ہے۔ اگر حکمران ان چیزوں کو روکتے نہیں صرف بیان دیتے ہیں تو یہ تو قول وفعل کا کھلا تضاد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲﴾ (الصف) ''اے مسلمانو! تم کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں ہو؟''

اللہ تعالیٰ کو ایسی باتوں پر غصہ بھی بہت آتا ہے۔ جہاں تک اشتہارات، ڈراموں وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کو ہمارے معاشرے کا ایک طبقہ فحاشی نہیں سمجھتا۔ اس حوالے سے ہماری دینی جماعتوں پر بڑی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس حوالے سے آگاہی مہمات شروع کریں۔ لوگوں کو اس بات پر قائل کریں کہ یہ برائی ہے اور معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔ وہ اس حوالے سے لوگوں کی حساسیت کو بڑھائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا حکمرانوں سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ کم ازکم رقاصاؤں وغیرہ کو ایوارڈ دے کر فحاشی و بے حیائی کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ اگر اس طرح ان کی سرپرستی کی جائے گی تو پھر لوگوں کی فحاشی کے خلاف ذہن سازی کیسے کی جائے گی۔

آصف حمید: دینی جماعتیں نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل پیرا ہوں کہ: ''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

دینی جماعتوں کے لیے یہ معاملہ باعث شرم ہے کہ انہوں نے کبھی بے حیائی پر مبنی ڈرامے، اشتہارات وغیرہ پر نہ کبھی احتجاج کیا، نہ حکومت پر ان کو ختم کرنے کے لیے کوئی پریشر ڈالا۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اس طرح کی فحاشی کے خلاف فوری آواز بلند کی جائے۔ بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ کئی لوگ اس وجہ سے زبان نہیں کھولتے کہ میڈیا ان سے ناراض ہوجائے گا اور ان کو اپنے پروگرامز میں بلانا بند کردے گا۔ الحمدللہ تنظیم اسلامی اکثر آگاہی منکرات کی مہمات چلاتی رہتی ہے لیکن یہ صرف ایک جماعت کے کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ یہ آواز ہر منبر ومحراب سے اٹھنی چاہیے اور اس حوالے سے عوام الناس کو اور حکومت کو مجبور کیا جانا چاہیے کہ وہ بے حیائی کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کرے۔ یہ دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے۔

دوسری بات میں عمران خان صاحب سے کہوں گا کہ آپ ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ کے منہ سے فحاشی کے خلاف بات نکلی۔ آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہونا ہے۔ اگر آپ کی حکومت کے نیچے یہ چیزیں پنپتی رہیں گی تو آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہوں گے۔ آپ اپنے تمام اختیارات بروئے کار لائیں اور اخلاقی اور مالی کرپشن کے خلاف اقدامات کریں اور ان کو روکنے کے پورے پورے احکامات جاری فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (viii)

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

(آخری قسط)

انشورنس

یہ سرمائے کا سب سے بڑا تحفظ ہے۔ ایک انشورنس تو لائف انشورنس ہے وہ ایک علیحدہ بحث ہے' میں اس کے بارے میں اس وقت گفتگو نہیں کر رہا۔ انشورنس کا تصور دنیا میں کب سے آیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے' یہ جان لیں ---- بحری جہازوں کے ذریعے تجارت دنیا میں زمانۂ قدیم سے ہوتی رہی ہے۔ ایک تاجر نے لاکھوں روپے کا مال بحری جہاز کے اندر کہیں بھیجا ہے' جہاز ڈوب گیا اور سارا مال ختم ہو گیا۔ اس پر سوچا گیا کہ کچھ نہ کچھ اس کے سرمائے کا تحفظ ہو جائے' وہاں سے یہ تصور چلا ہے۔ اب ہوتا کیا ہے' ایک شخص دس کروڑ سے ایک کارخانہ لگاتا ہے۔ اس کارخانے کے لیے آفاتِ سماویہ کا خطرہ موجود ہے' آگ لگ سکتی ہے' سیلاب آ سکتا ہے اور اس کا مال ختم ہو سکتا ہے' لہٰذا وہ اپنے اس سرمائے کے تحفظ کے لیے اس کی انشورنس کراتا ہے' اور انشورنس کے لیے جو پریمیم ادا کرتا ہے وہ پیداواری قیمت پر ڈال دیتا ہے۔ فرض کیجیے کہ اگر ماچس کا کارخانہ ہے تو اس ماچس کی جو قیمت صارف کو دینی پڑ رہی ہے اس میں دیا سلائی اور اس کے اوپر جو مصالحہ لگا ہے اس کی قیمت بھی شامل ہے' جو لیبر لگی ہے وہ بھی ہے اور اس میں سرمایہ دار کے سرمائے کے تحفظ کے لیے جو انشورنس کی گئی ہے' اس کا حصہ بھی شامل ہے' پھر اس کا اپنا نفع بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ سرمایہ دار اپنے سرمائے کا تحفظ صارف کی جیب سے کر رہا ہے۔ جب مل میں آگ لگی' اجتماعی سطح پر قومی دولت کا نقصان ہو گیا' لیکن سرمایہ دار اس نقصان کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ ہے سیدھا سیدھا تجزیہ (analysis) اور یہ ہے انشورنس کی اصل حقیقت۔ گویا یہ سرمایہ داروں کی ایک کوآپریٹو ہے' اس کے سوا کچھ نہیں۔ بینکنگ اور انشورنس ساتھ ساتھ اس لیے چلتے رہے ہیں کہ یہ سرمایہ داری کی دو ٹانگیں ہیں جو سرمائے کا تحفظ کرتی ہیں۔

ان تمام چیزوں کو اسلام کے فلسفہ کے حوالے سے حل کریں گے' تو باقی ساری چیزیں بھی خود بخود حل ہو جائیں گی۔ یعنی اسلام سرمائے کو تحفظ نہیں دیتا' اسلام محنت کو تحفظ دیتا ہے اور اس کے ساتھ اسلام سرمائے کو کام کرنے کی کچھ آزادی دیتا ہے لیکن مادر پدر آزادی کی مخالفت کرتا ہے۔

اوور ٹریڈنگ' فارورڈ ٹریڈنگ

کچھ اور چیزیں جو شریعت نے حرام کی ہیں ان کے بارے میں بھی جان لیجیے۔ مثلاً فارورڈ ٹریڈنگ' مستقبل کا ایسا سودا کرنا جس میں قیمت اور مبیع دونوں ادھار ہوں۔ یہ تمام ایڈوانس بزنس جو دنیا میں ہوتے ہیں۔ یہ بھی وہی سرمائے کا کھیل ہے۔ اس میں سٹہ (speculation) اور جوئے کا عنصر بھی شامل ہے' اس طرح یہ حرام در حرام ہے۔ یہ بھی انشورنس کی طرح سرمائے کا ننگا ناچ ہے کہ نہ کچھ دیا نہ لیا' نہ مال ابھی تیار ہوا' لیکن سودے اس کے کئی ہو چکے ہیں' کئی ہاتھ بدل چکا ہے' اس کے اوپر نفع کی تہہ چڑھتی جا رہی ہے' جب تک یہ صارف تک پہنچے گا نامعلوم سرمایہ دار نے اس پر کتنا کچھ پیسہ بنا لیا ہوگا۔ پھر یہ کہ اوور ٹریڈنگ ہو رہی ہے' یعنی سرمائے کی لعنت کو آپ نے اور ضرب دے دی۔ ایک شخص کے پاس پانچ لاکھ روپے ہیں اور وہ اوور ٹریڈنگ میں پچاس لاکھ کا مال لے لیتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔

اسلام نے فارورڈ ٹریڈنگ کی صرف ایک شکل جائز قرار دی ہے جس کو ''بیع سلم'' کہتے ہیں۔ اگر آپ نے مستقبل کا سودا کرنا ہے تو ٹوٹل رقم (payment) اسی وقت ادا کرنی ہوگی (یا بصورت دیگر قیمت ادھار ہو تو مال فوری سپائی کر دیا جائے۔ تاکہ کم سے کم اوور ٹریڈنگ نہ ہو اور دوسری طرف مال کی فراہمی بعد میں ہوگی۔ مثلاً آپ کو ایک ہزار من گندم لینی ہے مئی کے مہینے میں' تو آپ وقت سے پہلے سودا کر لیجیے اور فی من قیمت طے کر کے ساری رقم ادا کر دیجیے اور گندم مئی کے مہینے میں لے لیجیے۔ یہ ہے بیع سلم' اس کے علاوہ کوئی اور صورت فارورڈ ٹریڈنگ کی جائز نہیں۔

آڑھتی (middle-man) اور آڑھت

اسلام کے معاشی نظام میں ایک اور کوشش آڑھتی (middle man) کو درمیان سے نکالنے کی گئی ہے۔

ایک حدیث ہے جو بار بار پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے' لیکن اس پر کبھی غور نہیں کیا جاتا۔ میرے ساتھ باقاعدہ لطیفے کے انداز میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ میں لاہور کے ایک بڑے عالم دین سے ملنے گیا۔ شیخ الحدیث تھے' فوت ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ وہ اس وقت حدیث کا درس دے رہے تھے' میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے یہ حدیث پڑھی: ((لَا یَبِیْعُ الْحَاضِرُ لِلْبَادِی)) ''کوئی شہر کا آدمی باہر کے آدمی کا مال فروخت نہ کرے''۔ یہ حدیث متعدد طرق سے روایت ہوئی' متن ایک ہی ہے۔ درس ہو گیا' دعا مانگ لی' طالب علم چلے گئے۔ میں نے مولانا سے کہا کہ اس حدیث کی روشنی میں آڑھت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ پہلے تو میں چونکا جب انہوں نے پوچھا کہ آڑھت کیا ہوتی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ واقعتاً ان کے علم میں نہ ہو یا تجاہل عارفانہ ہو۔ جب میں نے ان کو آڑھت کے بارے میں بتایا کہ سبزیوں' اجناس اور پھلوں کی منڈیوں میں آڑھتی اپنا اڈا جما کر بیٹھتا ہے' لوگ باہر سے مال لاتے ہیں' وہ مال خریدتا نہیں' صرف بیچتا ہے اور فروخت کنندہ اور گاہک دونوں کی مجبوری اور لاعلمی سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور دونوں سے کمیشن لیتا ہے' یعنی بیچنے والے سے بھی اور خریدنے والے سے بھی۔ وہ شیخ الحدیث یہ سن کر فوراً بولے ''یہ تو مطلقاً حرام ہے''۔ بتائیے کس نے جائزہ لیا کہ ہمارے کاروبار میں سے کون سا کاروبار جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے!

دیکھیے اس کا اصل منشا کیا ہے' اس کا فلسفہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ چیزوں کی حقیقت کو جان لیں۔ بعض چیزیں دیکھنے میں بہت خوشنما نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ کچھ اور ہوتی ہیں۔ اس آڑھت کی حقیقت بھی سمجھ لیں ---- اگر آپ کے پاس سرمایہ ہے تو باہر کا مال خرید لیجیے' دوکان میں رکھیے لوگ آپ سے خرید لیں گے' مگر اڈا بنا کر بیٹھ جانے میں تو خباثت پر خباثت ہوتی ہے۔ ہر آڑھتی ایک بینکر بن گیا ہے' وہ اپنے علاقے کے زمینداروں اور کاشت کاروں کو ایڈوانس دیتا ہے اور اس طرح ان کو پابند کرتا ہے کہ تمہارا مال میرے اڈے سے ہی جائے گا۔ گویا اس قرض کا ایک صلہ لے رہا ہے' اس شکل میں کہ وہ پابند ہو گیا ہے کہ مال اسی دوکان پر لائے گا اور کمیشن لازماً اسی آڑھتی کو ملے گا تو اب صرف آڑھت نہیں رہی بلکہ اس سے بڑھ کر اس میں بینکنگ شامل ہو گئی۔ اس طرح اس میں ایک کے اوپر دوسرا سود کا رڈا چڑھتا چلا جائے گا۔

مقصدِ خطاب: اسلامی معاشی فلسفے کی پہچان

میں اس وقت جو عرض کر رہا ہوں اس کا مقصد

صرف اتنا ہے کہ اسلام کے فلسفے کو سمجھ لیا جائے۔ اسلام کا اصل نظام العمل تو قُلِ الْعَفْوَ والا نظام ہے جس سے اونچا کوئی سوشلزم دنیا میں ہو سکتا ہی نہیں' کسی انسانی تصور میں یہ آ سکتا ہی نہیں۔ یہ تو اسلام کی ایمانی' احسانی اور اخلاقی تعلیم ہے۔ دوسری طرف اسلام کا ایک معاشی نظام قانون اور فقہی سطح پر ہے' وہ ایک محدود (controlled) اور منضبط (managed) سرمایہ داری ہے۔ management والا حصہ زکوٰۃ اور عشر کا نظام ہے۔ اس میں ایک اور بات ذہن میں رکھیے جس پر ہمارے فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی وقت ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ معاشرے کے فقراء کی ضروریات' زکوٰۃ اور عشر وغیرہ سے پوری نہ ہو رہی ہوں' شہریوں کی کفالت کی ذمہ داری پوری نہ ہو رہی ہو تو مالداروں سے زائد جبراً بھی لیا جا سکتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ بس اسی اڑھائی فیصد کی شرح پر ہاتھ بندھ گئے۔ وہ ایک نارمل شرح ہے لیکن اس سے زیادہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ بہرحال وہ management جو اسلام نے اس وقت کی تھی' اس میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا جو حصہ (contribution) ہے اسے بھی ذہن میں رکھیے جس تک کہ اہل مغرب کی رسائی ابھی تک نہیں ہوئی۔ ان اخلاقی تعلیمات میں انسان کی غیرت وحمیت اور اس کی مروت کو اپیل کیا گیا ہے کہ یہ صدقات مت لو اور اس میں یہ ترغیب بھی ہے کہ کام کرو' محنت کرو۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ)) یعنی جو بھی محنت کرے' کوشش کرے وہ اللہ کا ساتھی' اللہ کا دوست اور اللہ کا محبوب ہے۔

ہم نے اپنے سکول کے زمانے میں ایک بزرگ کے حوالے سے ایک حکایت پڑھی تھی جسے سن کر ہم بہت متاثر ہوئے کہ اس بزرگ نے بہت ہی عمدہ بات کہی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کسی بزرگ کا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا واقعہ ہے:

''ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سوال کرنے کی غرض سے آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے گھر میں کچھ ہے؟ وہ بولا کیوں نہیں' ایک کمبل ہے جس کا ایک حصہ ہم بچھا لیتے ہیں اور ایک حصہ اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پانی کا پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آ' وہ گیا اور اپنی دونوں چیزیں لے آیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: ان کا خریدار کون ہے؟ ایک شخص بولا: میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے زائد کون دیتا ہے' آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ ایک شخص نے کہا: میں ان دونوں چیزوں کو دو درہم میں لینے کے لیے تیار ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں اور اس سے دو درہم لے کر اس انصاری شخص کو دے دیے اور فرمایا: ایک درہم کی کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر گھر میں ڈال لے اور دوسرے سے ایک کلہاڑی خرید لے۔ وہ کلہاڑی لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس میں ایک لکڑی اپنے دست مبارک سے ٹھونکی اور فرمایا: جا لکڑیاں کاٹ اور بیچ اور پندرہ دن تک میں تجھے یہاں نہ دیکھوں۔ پس وہ شخص چلا گیا۔ وہ لکڑیاں کاٹتا اور بیچتا۔ کچھ دنوں میں اس نے دس درہم کما لیے جس میں سے اس نے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کھانے پینے کا سامان۔ آپ ﷺ نے (اس کی خوشحالی دیکھ کر) فرمایا: تیرے حق میں یہ بہتر ہے اس بات سے کہ قیامت کے دن تیرے منہ پر مانگنے کی وجہ سے ایک داغ لگا ہو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرنا درست نہیں مگر تین طرح کے آدمیوں کے لیے' ایک وہ جو نہایت مفلس ہو خاک میں لوٹتا ہو۔ دوسرا وہ جو پریشان کن قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو اور تیسرا وہ جس کے پاس دیت میں دینے کے لیے کچھ نہ ہو''۔ (سنن ابی داوٗد)

اب یہ اخلاقی تعلیم ہے۔ کفالتِ عامہ اور اجتماعی بہبود کے اندر اگر اخلاقیات کا یہ عنصر شامل نہ ہو تو اس ویلفیئر کا حشر بھی وہی ہو گا جو ان ممالک کے اندر ہو رہا ہے۔ اس میں بے ایمانیاں بھی ہو رہی ہیں' یعنی کام بھی کر رہے ہیں اور ویلفیئر بھی لے رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر جو کچھ ہمارے پاکستانی سویڈن اور ڈنمارک میں کر رہے ہیں وہ تو ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان میں غیرت' شرافت اور حمیت نام کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔ وہ بڑے عیش اور فخر سے خیرات پر جی رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان ممالک میں چپکے ہوئے ہیں' وہاں سے نکل نہیں سکتے' حالانکہ خاندان برباد ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے میں صرف اتنا کہوں گا کہ آدمی جب کمینگی اور بے غیرتی کا عادی ہو جائے تو بفحوائے فرمانِ رسول ﷺ اس کے لیے موت زندگی سے بہتر ہے: ((فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَھْرِھَا)) ''تب زمین کا پیٹ تمہارے لیے زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے!''

معاشرے میں معاشی توازن کے لیے اسلام کی تدابیر

اسلام کے معاشی نظام میں ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت اسلامی ریاست کے ذمے ہے اور اس کے لیے اس کے پاس زکوٰۃ اور عشر وغیرہ ذرائع ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کو آزادی ہے کہ چاہے دکان سے کمائے' زمین سے کمائے' کارخانے سے کمائے' محنت کرے' کوشش کرے' البتہ آزادی کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس سرمائے کو زنجیر پہنا کر رکھو' سرمائے کا یہ جن ضرورت سے زیادہ نہ کھل کھیلے' ورنہ یہ آکاس بیل بن جائے گا اور پورے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ اس کے لیے اسلام نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں جن سے معاشرے میں ایک طرح کا توازن پیدا ہوتا ہے۔

(1) جنسی محرکات پر پابندی: جنسی جذبہ انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے اور یہ جذبہ انسان کے اندر سب سے طاقتور (potent) جذبہ محرکہ ہے۔ اسلام نے انسان کے اس جذبہ کو مشتعل (exploit) کر کے کمائی کرنے کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔ چنانچہ ساری فلم انڈسٹری' قحبہ گری کا کاروبار اور فحش لٹریچر کی طباعت و اشاعت اور خرید و فروخت کا سارا دھندا اس اصول کے تحت حرام ہے۔

(2) منشیات فروشی پر پابندی: اسی طرح انسان کی کمزوریوں کو مشتعل (exploit) کر کے کمائی کرنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ شراب' ہیروئن اور دیگر منشیات کو کمائی کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔

(3) اسراف و تبذیر کی ممانعت: انسان اکثر و بیشتر تعیش کے لیے دولت کماتا ہے' لیکن اسلام نے عیاشی کے تمام دروازے بند کر دیے ہیں۔ قرآن مجید نے اسراف و تبذیر دونوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اسراف یہ ہے کہ آپ کے لیے کوئی شے ضروری ہے لیکن آپ نے اس پر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا ہے۔ مثلاً غذا آپ کی ضرورت ہے' آپ کی ضرورت ایک سالن روٹی سے پوری ہو سکتی ہے لیکن آپ نے دس دس کھانے پکائے ہوئے ہیں' یہ اسراف ہے۔ تبذیر یہ ہے کہ بلا کسی ضرورت کے محض اپنی دولت کے مظاہرے کے لیے خرچ کرنا' جس طرح ہمارے ہاں شادیوں اور مختلف تقریبات میں ہوتا ہے۔ تبذیر کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط﴾ (بنی اسرائیل: 27) ''بے شک دولت کی نمود و نمائش کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں''۔ یہ مبذرین شیطان کے بھائی کس طرح ہیں' اس کو نوٹ کیجیے۔ شیطان کا سب سے بڑا حربہ خمر اور میسر

کے حوالے سے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: ﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ﴾ (المائدۃ: 91) ''شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے اندر باہمی دشمنی اور بغض پیدا کر دے''۔ یہی کام تبذیر سے ہوتا ہے۔ فرض کیجیے ایک کروڑ پتی کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے اور ایکڑوں پر پھیلی ہوئی کوٹھی بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ ایک ایک پتے کے ساتھ بلب اور قمقمہ لگا ہوا ہے۔ اسی سیٹھ کا کوئی شوفر ہے' دربان ہے' چوکیدار ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کی بچی بوڑھی ہو رہی ہو اور اس کے ہاتھ پیلے نہ ہو سکتے ہوں' صرف اس بنا پر کہ بنیادی ضروری چیزیں بھی اس کے پاس نہیں ہیں۔ اس موقع پر اس کے احساسات کیا ہوں گے' اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ کیا موقع ملنے پر وہ سیٹھ کا پیٹ نہیں پھاڑے گا؟ یہ ہے وہ بغض اور عداوت جس کی وجہ سے بلاوجہ دولت کی نمود و نمائش کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

اس حوالے سے ایک اسلامی ملک میں قانون سازی ہوسکتی ہے اور دولت کی نمود و نمائش پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ یہ بھی طے کیا جاسکتا ہے کہ اتنے رقبے سے زیادہ بڑا مکان کوئی نہیں بنا سکتا' وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر یہ پابندیاں لگیں گی تو پھر آدمی دولت کیوں جمع کرے گا۔ یہ ساری چیزیں ہیں جو توازن اور اعتدال پیدا کرنے والی ہیں۔

حرفِ آخر

میں نے اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام کا بنیادی فلسفہ اپنی سمجھ کے مطابق آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اسلامی معیشت کے بارے میں قرآن مجید نے صرف ایک اصول دیا ہے: ﴿کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ﴾ ''ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ سرمایہ تمہارے اغنیاء ہی کے مابین گردش میں رہے''۔ معاشرے میں سرمائے کی مساوی بنیادوں پر تقسیم (equal distribution) ہونی چاہیے تاکہ عوام کے درمیان معاشی ناہمواری ایک حد سے بڑھنے نہ پائے۔ یہ اسلام کے معاشی نظام کا فلسفہ اور حکمت ہے جو مجھے سمجھ آیا ہے۔ باقی جہاں تک اس کے اصول و مبادی اور باقی تفاصیل کا معاملہ ہے اور خاص طور پر جدید اقتصادی مسائل اور ان کی پیچیدگیاں ہیں' یہ واقعتاً ایسی چیزیں ہیں جن کے لیے معاشیات کے ماہرین کو محنت اور مشقت سے کام کرنا پڑے گا۔

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ٥ (ختم شد)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(08 تا 14 اپریل 2021ء)

جمعرات (08 اپریل 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر کھانے پر نائب امیر اور ناظم اعلیٰ کی موجودگی میں امیر حلقہ لاہور غربی سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں ناظم تعلیم و تربیت سے نائب امیر کی موجودگی میں ملاقات ہوئی۔ قبل از عصر ایک حبیب سے مختصر ملاقات رہی۔ بعد ازاں دیگر مرکزی ذمہ داران سے ملاقاتیں رہیں۔ بعد نماز مغرب مرکز میں ''استقبال رمضان'' کے پروگرام میں خطاب فرمایا۔ نماز عشاء سے قبل کراچی کے لیے ایئرپورٹ تک جاتے ہوئے دو رفقاء سے ملاقات کی۔

جمعہ (09 اپریل 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں امیر محترم کا نکاح ثانی ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے مختصر خطاب بھی فرمایا۔

ہفتہ (10 اپریل 2021ء) کو معمول کی مصروفیات کے علاوہ رمضان کے حوالے سے ایک لیکچر ہوا۔

اتوار (11 اپریل 2021ء) کو اذان انسٹیٹیوٹ کے تحت رمضان المبارک کے حوالے سے آن لائن گفتگو کی۔

سوموار، منگل (13,12 اپریل 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ منگل کی رات سے دورہ ترجمہ قرآن کا پروگرام شروع کیا گیا۔

بدھ (14 اپریل 2021ء) کو نیسپاک کے تحت ایک آن لائن درس قرآن ہوا۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

پریس ریلیز 23 اپریل 2021ء

پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب عالمی گریٹ گیم کا حصہ ہے

شجاع الدین شیخ

پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب عالمی گریٹ گیم کا حصہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ کوئٹہ کے ہوٹل میں چین کے وفد کو دہشت گردی کا ٹارگٹ بنانے کی کوشش درحقیقت پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے اور پاک چین تعلقات میں دراڑ پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے افغان امن معاہدہ سے منحرف ہونے کے بعد جنگ کی چنگاری دوبارہ سلگتی دکھائی دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پہلے پاک بھارت مذاکرات کا ڈول ڈالا لیکن جب اِس میں ناکامی ہوئی تو بھارت اور کابل حکومت سے مل کر پاکستان سے اپنے ناجائز مطالبات منوانے کے لیے دہشت گردی کا سلسلہ ازسرنو شروع کر دیا ہے تاکہ افغانستان کے حوالے سے پاکستان کو مجبور کیا جاسکے کہ وہ افغان طالبان سے امریکی مفادات کی تکمیل بزورِ قوت کروائے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے واشگاف الفاظ میں حکومتِ پاکستان اور مقتدر حلقوں کو متنبہ کیا کہ اگر امریکی دباؤ پر پاکستان نے افغان طالبان کے مفاد کو زک پہنچانے کی کوشش کی تو یہ گویا نہ صرف امتِ مسلمہ سے غداری ہوگی بلکہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف بھی ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رمضان اور روزہ کی اہمیت

نیکیوں کا موسم بہار آگیا ہے۔ اے طالب خیر! ماہ رمضان کی ایک ایک قیمتی گھڑی سے فائدہ اٹھا کیونکہ معلوم نہیں کہ آئندہ رمضان ملے گا یا نہیں۔ اے طالب شر! بس کر گناہوں سے، تائب ہو کر طاعت اور نیکی کی زندگی کو اختیار کر کیونکہ تجھے ایک دن مرنا ہے اور اللہ کے سامنے اس زندگی کا حساب دینا ہے۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی

رمضان کا مہینہ چاند کے کیلنڈر کے اعتبار سے نواں مہینہ ہے جس کے روزے رکھنا ہر مسلمان، بالغ، صحت مند مرد وعورت پر فرض ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔ صوم (یعنی روزہ) کے لفظی معنی امساک یعنی رکنے اور بچنے کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں ”طلوعِ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے سے رکنے کا نام صوم ہے۔“

رمضان اور روزہ کی اہمیت اور فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کے ہر (نیک) عمل کا بدلہ 10 گنا سے لے کر 700 گنا تک دیا جاتا ہے، لیکن روزہ کا بدلہ میں خود ہی عطا کروں گا کیونکہ وہ میرے لیے ہے۔ دوسری روایت کے مطابق میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ انسان کھانے پینے اور جنسی شہوت سے صرف میری وجہ سے رکا رہتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک افطار کے وقت (وقتی) اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت (دائمی)۔ (بخاری و مسلم) اللہ تعالیٰ نے ہر عمل خیر کا دنیا میں ہی اجر بتا دیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ((الصَّوْمُ لِی وَ اَنَا اَجْزِیْ بِه)) ”روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔“ بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کا بدلہ ساتوں آسمانوں وزمینوں کو پیدا کرنے والا خود عطا کرے گا یا وہ خود اس کا بدلہ ہے۔ روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا الصَّوْمُ لِی روزہ میرے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں: (1) روزہ دار کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (2) ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (3) جنت ہر روز ان کے لیے سجائی جاتی ہے۔ (4) اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ (5) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بیہقی، ابن حبان)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے ہر شب وروز میں اللہ کے یہاں سے جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر شب وروز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزاز، الترغیب والترہیب)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی۔“ (مسند احمد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ، ہم لوگ حاضر ہوگئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا، ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، ترمذی)

رمضان اور قرآن کریم: قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان شریف میں تلاوتِ قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان شریف میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا، صحابہ کرام اور بزرگان دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو بتلاتے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوت قرآن میں مشغول رہنا چاہیے۔ تلاوت قرآن پاک کے ساتھ قرآن کریم کو علماء کرام کی صحبت میں رہ کر سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے خواہ روزانہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقفیت کے بعد اس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا ہمارے لیے آسان ہو۔

رمضان اور تراویح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔“ (بخاری و مسلم)

سحری: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔“ (طبرانی، صحیح ابن حبان) متعدد احادیث میں رات کے آخری وقت میں سحری کھانے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک دو لقمے کھانے سے بھی سحری کی فضیلت حاصل ہوجائے گی، ان شاء اللہ۔

افطار کے لیے کھجور یا پانی بہتر ہے: حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کرے، اس لیے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

مغرب کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے، اگر تر کھجوریں بروقت موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔(ابوداوٗد)

افطار کے وقت دعاء: افطار کے وقت چند دعائیں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں، جن میں سے دو دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ (سنن ابوداود)

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابۡتَلَّتِ الۡعُرُوۡقُ وَثَبَتَ الۡاَجۡرُ اِنۡ شَاءَ اللّٰہُ (سنن ابوداود) غرضیکہ یہ دونوں دعائیں ایک ساتھ یا دونوں میں سے کوئی ایک یا اس موقع پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت شدہ کوئی دوسری دعا مانگی جاسکتی ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب: حضرت زید بن خالد الجہنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔'' (ترمذی، مسند احمد) حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا۔ اور اس میں یہ بھی فرمایا: ''جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے روزہ) افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔'' آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرادے۔'' (بیہقی۔شعب الایمان)

رمضان اور شب قدر: رمضان کی راتوں میں ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر اور برکت کی رات ہے۔ جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورۃ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے۔ ہزار مہینے کے 83 برس اور 4 ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم) کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کیا جائے۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) مذکورہ حدیث کے مطابق شب قدر کی تلاش 21 ویں، 23 ویں، 25 ویں، 27 ویں، 29 ویں راتوں میں کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑھو: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الۡعَفۡوَ فَاعۡفُ عَنِّیۡ)) ''اے اللہ! تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھے بھی۔'' (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

رمضان اور اعتکاف: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر محلہ کی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کرلیں تو پورے محلہ کی طرف سے ذمہ داری ادا ہوجائے گی۔ آخری عشرہ کے اعتکاف کے لیے بیس رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے مسجد میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اعتکاف کا اصل مقصد شب قدر کی عبادت کو حاصل کرنا ہے، جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال پورے ماہ رمضان کا اعتکاف فرمایا، جبکہ آخری رمضان میں آپ ﷺ نے 20 روز کا اعتکاف فرمایا۔ معتکف کو بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہوجائے یا کسی کی وفات ہوجائے یا کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے یا معتکف خود ہی سخت بیمار ہوجائے یا اس کی جان و مال کو خطرہ لاحق ہوجائے تو معتکف کے مسجد سے چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لیکن ایسی مجبوری میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا۔ البتہ بعد میں قضا کرلینی چاہیے۔

رمضان کا اہتمام نہ کرنے والوں کے لیے: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، (اگر وہ ساری) عمر (بھی) روزے رکھے تب بھی اس کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔'' (مسند احمد، ترمذی، ابوداود) حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔'' (ابن ماجہ، نسائی)

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے اساسی رفیق اور انجمن خدام القرآن پشاور کے بانی وسابق صدر موسس محترم ڈاکٹر محمد اقبال صافی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت، ڈاکٹر محمد آصف صافی (بیٹا):
0300-5901111

☆ راولپنڈی غربی کے رفقاء امان اللہ اور سعید اللہ کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0300-8550773

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، نیو ملتان کے رفیق راؤ صابر علی کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت:0302-7316966

☆ حلقہ راولپنڈی، صادق آباد کے رفیق امجد علی کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0345-5912175

☆ راولپنڈی، گلزار قائد کے رفیق زبید اقبال کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0300-5293001

☆ حلقہ سرگودھا، جوہر آباد کے رفیق خالد وسیم کے والد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0300-5601000

☆ مدیر شعبہ مطبوعات حافظ خالد محمود خضر کے خالہ زاد بھائی انتقال کر گئے۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے منتظم عمومی محترم احسن الزمان صدیقی کے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0333-4382211

☆ حلقہ ملاکنڈ، اسرہ کبل کے نقیب محمد صدیق کے والد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0315-8537845

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلَھُمۡ وَارۡحَمۡھُمۡ وَاَدۡخِلۡھُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِکَ وَحَاسِبۡھُمۡ حِسَابًا یَّسِیۡرًا

سعادت کا سفر

محمد آصف احسان

اضطراب و پریشانی اور راحت و سکون محض کیفیات کے نام ہیں، ان کا حقیقی وجود نہیں۔ ہم اس وقت رنج و غم محسوس کرتے ہیں جب کوئی شے ہماری توقعات کے برعکس وقوع پذیر ہو اور ہم خوش ہوتے ہیں جب ہماری امیدیں بر آئیں۔ انسان کی زندگی ہر طرح کے جذبات و حالات سے عبارت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا اپنے خیرہ کن بانکپن اور تنوع کے باوجود ادھوری ہے۔ یہاں نہ وسائل کی تقسیم برابر ہے نہ مسائل کی۔ اگر دنیا مکمل ہوتی تو ہر شے مساوی انداز میں موجود ہوتی۔ اختیار، اقتدار، دولت، رتبہ، سلطنت، صحت، عزت حتیٰ کہ کرب و بلا میں بھی یکسانیت ہوتی۔ کہیں فرق نہ ہوتا، کوئی تفاوت نہ ہوتا۔ انسان نہ حاکم ہوتا نہ محکوم، نہ امیر ہوتا نہ غریب، نہ بالاتر ہوتا نہ کم تر لیکن یہ بنانے والے جل شانہٗ کی تدبیر و حکمت کا حسن کمال ہے کہ اس نے ہر چیز میں انوکھا پن اور رنگا رنگی رکھی تاکہ انسان اس کی نعمتوں کی قدر کرے، ان لوگوں کی دستگیری کرے جو عاجز و محروم ہیں اور کارگہ ہستی کے کام چلتے رہیں۔

آرام و آسائش اور فضیلت و رتبے کی مسلسل تگ و تاز نفسیاتی غلامی کی بدترین مثال ہے۔ انسان کو ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس کی سماجی برتری زبوں حالی کا شکار نہ ہو جائے۔ وہ اسباب و وسائل کے زوال پذیر ہونے سے خوف کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر لوگ اپنے بہتر مستقبل اور عیش و نشاط کے دوام کے لیے دوسروں کے حقوق سلب کرتے ہیں اور ان کا معاشی استحصال کرتے ہیں۔ یہ لیل و نہار اور تاریخ کا ناقابل فراموش سبق ہے جو بدقسمتی سے مختلف رنگوں اور صورتوں میں عرصہ دراز سے جاری و ساری ہے۔

اخلاق و کردار کی بلندی اور لوگوں کے ساتھ معاملات کی درستی کے لیے روحانی پاکیزگی کا حصول ضروری ہے۔ باطن عفونت زدہ ہو تو ظاہر سے خوشبو نہیں آسکتی۔ ایک خود غرض، دنیادار اور فریبی شخص سے ایثار و للّٰہیت کی توقع رکھنا فضول ہے۔ جب خونخوار بھیڑیا بھوک کی شدت سے غراتا ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ گوشت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ہے یا دجال کے گدھے کا۔ جس کے اپنے کنویں کا پانی خشک ہو چکا ہو وہ دوسروں کو کیا سیراب کرے گا۔ اسی لیے ادیان و مذاہب اور فلسفے کے علم برداروں نے ہر دور میں عوام الناس کو خداشناسی کا درس دیا، جود و سخا کی تلقین کی اور واضح طور پر بتایا کہ راہ نمائی کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے لوگوں کی خدمت کرنا لازم ہے۔

مثال کے طور پر رواقیت (Stoicism) کو دیکھیں۔ اس دبستان فکر کی ابتدا تیسری صدی قبل مسیح میں یونانی دارالحکومت ایتھنز میں ہوئی۔ ممتاز فلسفی اور مفکر افلاطون، جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا، کے افکار و نظریات نے رواقیت کے تصورات میں نئی روح پھونکی۔ رواقی مکتب فکر نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اچھائی اور نیکی دنیا کی فطری خاصیت ہے چنانچہ اخلاقیات اور ضبط نفس کے اصولوں کی پاسداری کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ ہر کسی کو نعمت کے زوال کے لیے تیار رہنا چاہیے تاکہ اگر کبھی حالات خراب ہوں تو دھچکے کی شدت توقعات کے مطابق ہو۔ یہ لوگ ہر مہینے میں کچھ دنوں کو مختص کرتے، ان دنوں میں پھٹے پرانے کپڑے پہنتے، بہت کم کھاتے اور پیتے اور اپنے گھر کی آسائشوں سے دور جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے تھے۔

اسلام نے بے لوث طرز زندگی، روحانی بالیدگی اور تزکیۂ نفس کے لیے روزہ تجویز کیا۔ ظہور اسلام کے ابتدائی برسوں میں قریش مکہ نے اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ عرب کے دیگر قبائل نے بھی اہل اسلام کے ساتھ تجارتی و معاشی روابط منقطع کر دیے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عملی طور پر نان شبینہ کے حوالے سے ضرورت مند تھے۔ تنگ دستی اور خستہ حالی کی وجہ سے روزہ رکھنا بہت آسان تھا۔ اس کے علاوہ روزہ ایک خاموش طریقہ عبادت تھا۔ نماز کی علانیہ ادائیگی مشرکین مکہ کی آنکھوں میں خار مغیلاں کی طرح چبھتی تھی۔ روزے میں نماز کے برعکس کسی مزاحمت کا اندیشہ نہیں تھا چنانچہ مکی دور میں روزہ ہر اعتبار سے ایک موزوں ترین عبادت تھی۔ بایں ہمہ رمضان المبارک کے روزے ہجرت کے دوسرے سال میں غزوۂ بدر سے پہلے فرض کیے گئے۔ کیا وجہ تھی کہ حالات و واقعات کی مناسبت کے باوجود روزے کی فرضیت کا حکم پہلے نازل نہیں ہوا؟ اس تاخیر کی حکمت بہت لطیف ہے۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کفار مکہ کے جبر و استبداد سے نجات ملی۔ انصار کے ایثار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فکر معاش سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا تھا۔ فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے کے قریب تھا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے لشکر اسلام کے تصرف میں آنے والے تھے۔ سادگی اور فقر کے خوگر تونگری اور دنیا کی چکا چوند کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ دراصل یہ حالات تھے جب مرض کی ولادت سے پہلے اسلام نے اس کے علاج کی تدبیر کی۔

عزیز القدر! رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنے تمام اعمال بشمول روزے کو مولیٰ عزوجل کی رضا کے لیے خالص کر دیں۔ لوگ روزہ رکھنے کے جسمانی فوائد بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صحت و تندرستی کی اکسیر ہے۔ آپ اپنی نیت کو یکسو کر لیں اور صرف رب تبارک و تعالیٰ کی خوشی کے لیے روزہ رکھیں، طبیعت کی درستی کے لیے نہیں۔ اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے کہ اس کی عبادت میں اخلاص ہونا چاہیے۔ جو شخص اس ارادے سے روزہ رکھتا ہے کہ بھوک پیاس سے صحت بہتر ہوگی، وہ حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ اپنے بدنی فائدوں کی بھی عبادت کرتا ہے۔ یہ شرک ہے، اخلاص نہیں۔ اگر آپ زید کے گھر کام کرتے ہیں تو عمرو سے مزدوری کی امید نہ رکھیں۔ نیت خالص نہ ہو تو نیکی اس تعفن زدہ پانی کی طرح ہے جس کے نیچے دلدل ہو۔

جب آپ روزہ دار ہوں تو آپ کی آنکھیں، آپ کی زبان، آپ کے کان اور آپ کے ذہنی خیالات بھی روزہ رکھیں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے سب اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکیں۔ گناہوں سے اجتناب اور کنارہ کشی نہ ہو تو محض بھوکا اور پیاسا رہنا بے سود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ اور جہالت آمیز طرز عمل سے نہیں بچتا، اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا

کھانا پینا چھوڑے۔‘‘(سنن ابن ماجہ)

سنت مبارکہ کے مطابق سحری میں تاخیر اور افطار میں عجلت کریں۔ اس طرح آپ رب کریم کی بارگاہ میں اپنی کمزوری و ناتوانی اور شکست کا اظہار کریں گے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ خالق سبحانہ وتعالیٰ عجز کو پسند کرتا ہے۔ علاوہ ازیں روزے کے عالم میں قرآن شریف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں۔ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس کے پاس زیادہ سے زیادہ ٹھہراؤ کی خواہش کرتا ہے چنانچہ ترتیل اور تدبر کے ساتھ تلاوت کریں جس طرح خیر العباد حضرت محمد ﷺ کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا اور اس کے مطالب و مقاصد پر غور وفکر کرنا تیز تلاوت کرنے سے افضل و بہتر ہے۔ ایک مرتبہ عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ سورہ ہود کی تلاوت کر رہے تھے۔ ایک عورت بولی: ’’تلاوت میں اتنی جلدی؟ میں چھ مہینوں سے اس سورت کو پڑھ رہی ہوں، ابھی تک ختم نہیں کرسکی۔‘‘

روزہ گناہوں کی غلاظت سے روح کو پاک کرتا ہے اور بے کسوں، غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ غمگساری کا درس دیتا ہے۔ نکبت و افلاس اور فکر و اندوہ کا محض تصور کافی نہیں۔ ایک سچے مسلمان کی دردمندی اور فضیلت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزے کی حالت میں بھوک پیاس کی اس شدت کا عملی طور پر سامنا کرے جس کا دنیا میں ان گنت لوگ شکار ہیں۔ کھانے پینے کی کمی سے دوچار ہونا زندگی کی بہت بڑی آزمائش ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ فقر و فاقہ کی سختی کئی اخلاقی اور سماجی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ روزی کفایت نہ کرے تو دھونس دھاندلی، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کو قدم جمانے کا موقع ملتا ہے۔ انسان بہتان تراشی، حسد اور دروغ گوئی جیسی بیماریوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ آج کروڑوں لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ روزہ جس ایثار و ہمدردی کی تاکید کرتا ہے اگر اس پر عمل کیا جائے اور فقراء و مساکین کی مالی مدد کی جائے تو لاتعداد لوگوں کی زندگی میں مثبت تبدیلی رونما ہوسکتی ہے۔ امام الانبیاء والمرسلین علیہم الصلاۃ والسلام رمضان المبارک میں اس قدر سخاوت و فیاضی کرتے تھے کہ تیز رو ہوا کو بھی مات ہو جاتی تھی۔‘‘(صحیح البخاری)

❁❁❁

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیان القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
رمضان المبارک میں طبع جدید پیش خدمت ہے
سات حصوں کے بجائے اب چار جلدوں میں
• خوبصورت قرآنی رسم الخط • حتی الامکان اغلاط سے مبرا
• عمدہ سفید کاغذ • معیاری طباعت
• دیدہ زیب ٹائٹل • مضبوط ریگزین جلد
• متعدد ظاہری و معنوی خوبیوں کا مرقع
• بڑے سائز کے 2560 صفحات
قیمت (مکمل سیٹ) -/4800 روپے
رمضان المبارک میں خصوصی رعایتی قیمت 2400 روپے
اندرون ملک ڈاک خرچ 500 روپے
مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا
حاملین و وارثینِ قرآن کے نام اہم پیغام
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام تصانیف
اور
مکتبہ خدام القرآن کی دیگر کتابوں پر مشتمل
موبائل فون ایپلیکیشن
TanzeemDigitallibrary
گوگل پلے سٹور پر میسر ہے
GET IT ON Google Play
ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے
شعبہ تحقیقِ اسلامی
مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور
TanzeemDigitallibrary.com

“Shock and Awe” is a state of mind: Millions of deaths have not made ‘America Safer’ but the world more miserable!

That the United States likes to use expressions like “shock and awe” or “maximum pressure” would rather suggest that there is a psychopath working in the White House basement whose full-time job is to come up with pithy one-liners to somehow euphemize government bad behavior. The expressions hardly mean anything in and of themselves apart from “tough talk” but they do serve as an alternative to having to admit in plain language to the killing of millions of people since the so-called Global ‘War on Terror’ began in 2001. “Millions?” one might skeptically ask. Yes, millions if one includes all those killed directly or indirectly as a result of the wars. Direct victims of the violence number at least 157,000 in Afghanistan, 182,000 in Iraq, 400,000 in Syria and 25,000 in Libya. That, according to figures generated by the ‘mainstream’ itself.

An estimated ten million more civilians have been displaced from their homes since 2001, creating refugee crises in both Europe and the Americas, while trillions of dollars have also been wasted or “misplaced” by the geniuses at the Pentagon and in Congress. And some might reasonably argue that the violence taking place all around the world has also been internalized in the U.S., with mass murders surfacing in the news media every few days. Some argue that the United States has nearly always been at war since its founding, which would be true, but it is also correct to note that the nature of America’s lethal engagement with the rest of the world has changed in the past twenty years. Old wars were fought to expand territory and trade or to acquire colonies for the same purpose, meaning they were intended to increase one’s power and wealth. Since 9/11, however, the wars are being fought seemingly without any real identifiable objective while also inflicting significant losses in relative wealth and power on the United States.

The fundamental problem is that the United States is being led by a political and financial elite that has completely bought into a radical view that Americans have a “manifest destiny” to create an international order that is both plausibly democratic and rules-based that would as the theory goes benefit everyone. This is, of course, nonsense as the United States itself is becoming increasingly totalitarian while it also nurtures in its bosom the anti-democratic and Zionist state of Israel. The elite that might be blamed for many of the atrocities of the past twenty years includes both liberals and conservatives, all of whom for one reason or another embrace America’s mission. There is, for example, little to differentiate the world views of Donald Trump appointees Mike Pompeo and John Bolton from those of the current foreign policy incumbent Tony Blinken, as all three men believe that the use of force is the completely acceptable ultimate response to recalcitrant nations and leaders. Blinken shares the very same trait visible in Pompeo and Bolton, that they actually radiate a sense of moral superiority while implementing policies that result in the pointless deaths of tens of thousands or hundreds of thousands and even millions of innocents. They occupy the bully pulpit as they sanctimoniously call for action regarding their “noble cause” of making the

for action regarding their "noble cause" of making the rest of the world both look like America while also deferring to Washington for direction and guidance.

Tony Blinken is not surprisingly a protégé of Bill Clinton's former Secretary of State Madeleine Albright, who famously cackled that "it was worth it" when asked about the deaths of 500,000 Iraqi children due to U.S. enforced sanctions on food and medicine. Somehow it seems that whenever one turns over a rock in the Democratic Party up pops someone connected with the Clintons. Blinken recently produced and tweeted out a bizarre video that attempts to explain the real "humanity" behind the current Syrian policy, which he helped to define and initiate working closely with Joe Biden while serving under President Barack Obama. It is a sanctions-plus military intervention construct that has, inevitably, resulted in the deaths and the displacements into Europe and the Middle East.

Blinken tweeted: "When I think of the suffering of the Syrian people, including Syrian children, I think of my own two children. How could we not take action to help them? Our common humanity demands it. Shame on us if we don't. We have to find a way to do something to take action to help people." Blinken fails to mention that the blood of the Syrian children is largely on his hands, particularly as the U.S. and Israel effectively turned loose and otherwise supported the terrorist and separatist groups that killed so many Syrian civilians while also destroying entire towns, religious centers and many irreplaceable relics of the country's history.

So Blinken is really a good guy, thinking about his own kids while mourning the deaths of so many Syrian boys and girls? No. If he really wanted to help those children, he would have announced that U.S. troops will be withdrawn from Syria immediately. He would have lifted sanctions on the country so that it can begin serious reconstruction, together with restoring access to food and needed medicines. And the real problem is that Syria is not alone. Blinken and his cohorts are also encouraging Ukraine's irredentism which is close to bringing on a war with Russia while also poking China over Taiwan. And then there is also Venezuela which appears to need a regime change and the perennial problem with Iran. And Afghanistan? Blinken should realize that all the deaths of the children that so concern him could be avoided if he and those pulling his strings would adopt a more modest agenda and stay at home. There are enough problems in the United States, but then again, the hubris which has created a pointless foreign policy would likely be channeled to drive still more of the destructive impulses that are turning the country into a collective of hostile enclaves.

__Source__: ***Adapted from an article by Philip Giraldi; posted by the Strategic Culture Foundation***

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ مئی 2021ء
رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

مشمولات

☆ سازشی بیانیہ: افواہ سازی اور ادراکِ حقیقت — ایوب بیگ مرزا
☆ روحِ اعتکاف اور عظمت لیلۃ القدر — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ رمضان المبارک اور اُس کی خصوصیات — مولانا عبدالغفار حسنؒ
☆ تعلق مع اللہ: رمضان کے تناظر میں — عتیق الرحمٰن صدیقی
☆ مغفرت اور اس کے لوازم — مسز بینا حسین خالدی
☆ غزوۂ بدر: یوم الفرقان — احمد علی محمودی
☆ تربیتِ اولاد: کیوں اور کیسے؟ — مولانا زبیر احمد صدیقی
☆ حیات وخدمات ڈاکٹر اسرار احمدؒ: ماہ وسال کے آئینے میں — عبدالمتین مجاہد

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.16

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore